مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار

الأدب البديع

شنف بذكر ذوى المحبة سمعًا — فبذكرهم تتنزل الرحمات
فبحبهم وبمدحهم وبجاههم — وافى السرور وطابت الأوقات
وحدثتنى ياسعد عنها فزدتنى — جنونًا فزدنى من حديثك ياسعد

تعریف ادب

لغت میں ادب اس قدرتی ملکہ کو کہا جاتا ہے جو انسان کو برے، گندے اور مکروہ کاموں سے باز رکھے اور علمِ ادبِ عربی سے وہ علم مراد ہوتا ہے جو انسان کو عربی لکھنے، پڑھنے اور بولنے میں غلطی سے بچائے۔ علماء نے مافی الضمیر کے اظہار کو آسان بنانے کے لئے کچھ علوم ایجاد کئے اور ان کا نام ''علومِ ادبیہ'' رکھا۔

ادب کی اقسام

ادب کی دو قسمیں ہیں: ۱:......نفسی ۲:......کسبی

۱:......نفسی سے وہ فطری ملکہ اور جبلی عادات مراد ہیں جو انسان کو اچھے کام کرنے پر آمادہ کریں اور خیر کی طرف مائل کریں، یہ ملکہ اللہ تعالیٰ کی موہبت ہے جو بعض حضرات کو نصیب ہوتی ہے۔

۲:......کسبی سے وہ ادب مراد ہے جو انسان، حکماء، ادباء، شرفاء، عظماء، فصحاء اور بلغاء کی اچھی باتیں پڑھ کر اور سن کر حاصل کرتا ہے اور اپنے کو اس طرز پر ڈالتا ہے، آئندہ کی سطور میں ہم علمِ ادب کسبی کے اقسام سے ہی بحث کریں گے۔

ادب کسبی کے اقسام کی تعداد کے بارے میں علماء میں کسی قدر اختلاف ہے۔ علامہ ابن الانباری کے

قول کے مطابق آٹھ قسمیں ہیں' علامہ جرجانی بارہ قسمیں بتلاتے ہیں، جن میں سے کچھ اصول کی حیثیت رکھتی ہیں اور باقی فروع کی۔ اصول میں بھی یا تو مفردات کے اعتبار سے تقسیم ہوگی یا مرکبات کے اعتبار سے۔

مفردات کے اعتبار سے اقسام یہ ہیں:

۱:......علم اللغۃ ۲:......علم الصرف ۳:......علم الاشتقاق

اور مرکبات کے اعتبار سے تقسیم یہ ہے:

۱:......علمِ نحو ۲:......علم معانی ۳:......علمِ بیان

۴:......علمِ عروض ۵:......علمِ قوافی

علم ادب کے فروع کی اقسام درج ذیل ہیں:

۱:......علمِ خط ۲:......علم الشعر ۳:......علم الانشاء

۴:......علم المحاضرات والتواریخ

علم ادب پڑھنے سے غرض یہ ہوتی ہے کہ انسان عربوں کے طرز پر نظم ونثر میں عمدگی سے اپنا مافی الضمیر ظاہر کرسکے' اس مقصد کے حصول کے لئے اونچے درجہ کے شعراء کا کلام، بہترین قسم کی نثر، امثال وحکم، اخبار وسیر اور لغت ونحو کے متفرق مسائل کو اس طرح سے جمع کرتے ہیں کہ جس سے پڑھنے والے میں عربی نظم ونثر کا ملکہ پیدا ہوتا ہے' اہل عرب واہلِ لغت کے کلام کے مطالعہ، یاد کرنے اور بار بار پڑھنے سے انسان ان کے طرز، اسلوب، ذوق اور منہج کو سمجھ لیتا ہے' جو آئندہ چل کر اس کے لئے رہنمائی کا ذریعہ بنتا ہے۔

ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ علم ادب پر عبور حاصل کرنے کے لئے چار کتابیں پڑھنا چاہئے:

۱:......''ادب الکاتب''......ابن قتیبۃ کی۔ ۲:......الکامل''۔مبرد کی۔

۳:......''البیان والتبیین''۔جاحظ کی۔ ۴:......''النوادر''۔ابوعلی قالی کی۔

یہ کتابیں علمِ ادب کے لئے بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ابن عبدربہ کی ''العقد الفرید'' بھی عربی ادب کا بہترین گلدستہ ہے۔ ابوالفرج اصبہانی کی کتاب ''الأغانی'' بھی اس موضوع کے لئے عمدہ کتاب ہے' جس میں مؤلف نے اہلِ عرب کے اشعار، انساب، تاریخ، حکومتیں' جنگیں اور دیگر امور واحوال کو ذکر کرکے نہایت دلچسپ اور جامع بنادیا ہے۔ واقعی اپنے موضوع پر ادبی لحاظ سے بے نظیر کتاب ہے' البتہ اس کتاب میں قابلِ مؤاخذہ اور غیر مستند وغیر مصدقہ باتیں بھی بکثرت پائی جاتی ہیں۔

ادب عربی اور اس کی فضیلت

عربی کی فضیلت وشرف کے لئے یہ کافی ہے کہ قرآن کریم آسمان سے اس زبان میں نازل ہوا'

احادیثِ مبارکہ اس زبان میں اور اہل جنت کی زبان بھی یہی ہوگی۔ خود اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں:

"لسان الذی یلحدون إلیہ أعجمی وھذا لسان عربی مبین"

اور فرمایا: "إنا انزلناہ قرآنًا عربیًا"

علاوہ ازیں دیگر نو مقامات پر عربی زبان کی فضیلت کا اظہار کیا گیا ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

"عرب سے تین خصوصیات کی وجہ سے محبت کرو۔ ۱:...اس لئے کہ میں عربی ہوں۔ ۲:...قرآن عربی میں ہے۔ ۳:...اہل جنت کی زبان عربی ہے"۔ (۱)

اس کے علاوہ اور کئی روایات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال سے عربی کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے، تفصیل کے لئے مصنف ابن ابی شیبۃ اور البلغۃ فی اصول اللغۃ وغیرہ ملاحظہ کیجئے۔

انسان جس زبان کو سیکھتا ہے، اس کے اثرات اس میں پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً: فارسی پڑھنے سے اہلِ فارس کے، عربی پڑھنے سے اہلِ عرب کے، انگریزی پڑھنے سے انگریزوں کے، اسی لئے شریعت میں مسلمانوں کی نماز، خطبہ جمعہ وعیدین، اذان واقامت، تسبیحات وتکبیرات وغیرہ اور دیگر تمام شعائرِ اسلامیہ عربی زبان میں ہیں، خواہ ان کو پڑھنے والا عربی ہو یا عجمی۔ نیز عربی ہی وہ زبان ہے جس پر عبور ہونے سے انسان کے لئے قرآن وحدیث کے اسرار وحکم اور علوم شریعت کے خزانہ ثمینہ سے انتفاع ممکن ہوسکتا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ عربی تمام زبانوں میں سب سے وسیع زبان ہے، اس میں ایک ایک چیز کے بیسیوں نام ہیں، مترادفات کی کثرت اور استعارات کی وہ بہتات ہے جو کسی اور زبان میں نہیں ملتی۔ عربی میں صرف شہد کے اسّی (۸۰) نام ہیں۔ (۲) سانپ کے دوسو، شیر کے پانچ سو، تلوار اور اونٹ کے ہزار نام ہیں۔ (۳) اس لئے عربی دنیا کی تمام زبانوں میں ممتاز ہے۔ کلمات کے عتبار سے غنی، نطق وگفتار کے لحاظ سے شیریں، اسلوب کے اعتبار سے حیرت انگیز، مادہ کے اعتبار سے وسیع ہے، جو چیز بھی دل میں آئے یا محسوس ہو، اس کے لئے کوئی نہ کوئی تعبیر موجود ہے۔ عربی زبان اگرچہ بظاہر امیوں کی زبان ہے، لیکن اس میں ہر زمان ومکان میں رائج اور باقی رہنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ عربی زبان کی امثال وحکم ایک اہم ترین روشن باب ہے، جس پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں، ہر زمانہ میں عربی کے حکماء وخطباء، نثر ونظم نگار اپنے جواہر پاروں سے پڑھنے اور سننے

(۱)......حاکم نے مستدرک میں، بیہقی نے شعب الایمان میں اور طبرانی نے کبیر میں اور عقیلی نے ضعفاء میں۔ دیکھئے کنز (۶-۲۰۴)

(۲)......المزہر۔

(۳)......البلغۃ۔

والوں کو مستفید ومحظوظ کرتے رہے ہیں۔ امرؤ القیس، نابغۂ ذبیانی، زہیر بن اَبی سلمیٰ، عنترۃ عبسی، عمرو ابن کلثوم، طرفۃ بن العبد، اعشیٰ، الحارس بن حلزۃ، لبید بن ربیعۃ، امیہ بن ابی الصلت، کعب بن زہیر، حسان ابن ثابت، خنساء، عمر بن ابی ربیعہ، الفرزدق، داوٗد بن علی، شبیت بن شبیۃ، ابن المقفع، ابراہیم الصولی، ابن العمید، ابوبکر الخوارزی، بدیع الزماں الہمذانی، جاحظ، تجری اور ابوالعلاء المعری وغیرہ بڑے ماہرین ادب اور صاحبِ فن ہیں' جن کے کلام سے لوگ ہمیشہ فائدہ اٹھاتے رہے اور رہیں گے۔

عربی زبان چونکہ فطری زبان ہے' اس لئے فطرت سے جو جتنا قریب ہوتا ہے' اسے اتنا زیادہ لگاؤ اس زبان سے بھی ہوتا ہے' چنانچہ غیر عرب میں بھی بہت سے ایسے حضرات ہیں جنہوں نے باوجود غیر اہلِ لسان ہونے کے عربی کو اپنایا اور صاحبِ طرز ادیب بن گئے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قارئین کے سامنے اخیر زمانہ کے چند علماء کا تعارف کرایا جائے اور پھر اپنے موضوع یعنی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کا ادبی مقام پیش کیا جائے۔

اہلِ ہند میں علومِ عربیہ کا پہلا شہسوار شیخ سعد بن مسعود بن سلمان لاہوری ہیں' انہوں نے اشعار میں خاص کمال حاصل کیا تھا اور ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا' لیکن ضائع ہوگیا۔ امیر خسرو بن سیف دہلوی فارسی کے نہایت عمدہ ادیب تھے' ساتھ ہی نحو، معانی، بیان، بدیع اور عروض وقوافی میں بھی نہایت ماہر تھے' ان کے بعد مشہور حضرات میں قاضی عبد المقتدر، شیخ احمد تھانیسری، شیخ ابوالفتح، ابوالفیض، محمود جونپوری، غلام نقشبندی، عبد الجلیل، غلام علی بلگرامی ہیں۔

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کا ادبی ذوق ومعیار بہت اونچا تھا' یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا خالص عربی النسل شخص لکھ رہا ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

"كأن نجومًا أومضت في الغياهب — عيون الأفاعي أورؤس العقارب
إذا كان قلب المرء في الأمر خاثرا — فأضيق من تسعين رحب السباسب
وتشغلني عني وعن كل راحتي — مصائب تقفوا مثلها في المصائب
إذا ماأتتني أزمة مدلهمة — تحيط بنفسي من جميع الجوانب
تطلبت هل من ناصر أومساعد — ألو ذبه من خوف سوء العواقب
فلست أرى الا الحبيب محمدًا — رسول إله الخلق جم المناقب"

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد ماجد سے ادبی ذوق ورثہ میں پایا' حضور اکرم ﷺ کی مدح میں آپ کے بہت عمدہ قصائد ہیں:

"یاسائرا نحو بان الحی والأسل — سلم علی سادة الأوطان ثم قل
مازلت فی بعدکم کالنار فی شعل — والأرض فی کسل والماء فی ملل
أرید لمحة وصل أستضیئ بها — فی ظلمة الهجر ضاقت دونها حیلی"

شاہ رفیع الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی میدان کے شہسواروں میں سے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

"یا أحمد المختار یا زین الوری — یا خاتمًا للرسل ما أعلاکا
یا کاشف الضراء من مستنجد — یا منجیًا فی الحشر من والاکا
ھل کان غیرک فی الانام من استوی — فوق البراق وجاوز الأفلاکا"

ان حضرات کے علاوہ شیخ باقر بن مرتضی مدراسی، مفتی اسمٰعیل وجیہ لکھنوی، حسن علی، فضل حق خیرآبادی، مفتی صدرالدین دہلوی، قاضی طلاء محمد پشاوری، نواب صدیق حسن قنوجی، مولانا ذوالفقار علی دیوبندی مشہور ادباء و شعراء ہیں۔ آخرالذکر کے نہایت اعلیٰ اشعار کے علاوہ دیوانِ حماسہ و دیوانِ متنبّی، سبع معلقات کی شرح بھی ہے، ان کے علاوہ مولانا حبیب الرحمٰن دیوبندی، شیخ محمد بن یوسف سورتی، عبدالحلیم صدیقی، مولانا محمد یوسف کاملپوری، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، امام العصر مولانا انور شاہ کشمیری بھی اپنے زمانہ کے اونچے درجہ کے ادیب وشاعر مانے جاتے ہیں، ان میں سے اگر ہر ہر فرد کے کلام کو پیش کیا جائے تو اس کے لئے ضخیم کتاب چاہئے، اسی لئے چند ابیات و اسماء پر اکتفا کیا گیا۔

امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اپنے زمانے کے محدث، فقیہ، اصولی، ادیب، شاعر، بلکہ یہ کہنا چاہئے کہ ہر فن کے امام تھے، جن کے بارے میں اکابرین و معاصرین کی رائے تھی کہ ان جیسا آدمی نہ کسی نے دیکھا اور نہ خود ان کی نظر سے گزرا، اس مجلس میں نمونہ کے طور پر امام العصر کی ادبیانہ شان کے تعارف کے لئے چند عبارت و اشعار پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۳۳۰ھ میں شیخ رشید رضا تفسیر المنار کے مصنف اور "المنار" جیسے معیاری مجلّہ کے مدیر دارالعلوم دیوبند آئے، اس موقعہ پر امام العصر رحمہ اللہ نے فی البدیہہ کلمہ ترحیب پڑھا، جس میں فرمایا:

"الحمد للّٰہ وکفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی، أما بعد، یقدم الخویدم فی الحضرة السامیة، تحیة الاسلام، حیاکم اللّٰہ تعالیٰ، إنا انسنا منکم مخائل الکرم والاعتناء بحالنا، وأحسسنا بنهضة علمیة إسلامیة، عطفت علیکم وعلینا، وانا أحوج الیکم منکم إلینا......

مولانا! إن حدیثنا حدیث ذو شجون، والشئ بالشئ یذکر، إن بلادنا ھذہ علی شقة بعیدة، ومسافة من بلاد الإسلام کالعراق والشام ومصر،

فكانت شعائر الإسلام على وهى، ومنائر العلم على خفاء إلا ماشاء اللّٰه وقليل ماهم، وإن عصابتنا هذه عصابة على طريقة قديمة' ليست بحديثة......''.

اپنی کتاب ''فصل الخطاب'' کی ابتداء میں لکھتے ہیں:

''اللهم لك الحمد حمدًا دائمًا مع خلدوك، ولك الحمد حمدًا لامنتهى له دون علمك الخ''.

آگے چل کر لکھتے ہیں:

''أما بعد، فهذه أطراف وجمل من الكلام فى حديث الفاتحة خلف الإمام من طريق محمد بن إسحاق، وبيان مافيه من ملاحظه السياق، كشفًا عن مغناه ومبناه، ورشفًا عن مغزاه ومعناه، لم أتفرغ لإيضاحها إيضاحًا كنت أرتضيه، ولا إلقاءً على النجى على مايكفيه، نعم مداخل بحث هى شعوف وذكرة، لاتغنى عن مزاولة ريّضة وإعمال فكرة، والشاؤفى الاعتبارات الآتية فى الكلام شاء واسع، والمسافة من العلوم العربية سفر شاسع الخ''.

اپنی ایک اور تصنیف ''تحیۃ الإسلام'' میں رقمطراز ہیں:

''وبعد، فهذه حواش تفتر عن لؤلؤ رطب، وعن شنب ناهيك عن شنب، تبسم عن بشر ونشر، كافيك من أصل ومن إرب، وتطلق لك عن بلج جبين وثلج يقين، وشرح صدرونور مبين، أخذت من العربية أعربها وأغربها، ومن نكات البلاغة أعذبها وأطربها، يقدر قدرها من عنى بعلوم البلاغة والبراعة اوكان جلى فى تناول قصبات السبق والبراعة فى أريحية تيحان، والمعية موفق معان الخ''.

امام العصر مولانا انور شاہ رحمہ اللہ جس طرح بلند پایہ نثر نگار تھے، اسی طرح چوٹی کے شاعر بھی تھے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کی مدح میں سینتالیس شعر پر مشتمل ایک قصیدہ بھی آپ نے فرمایا:

''برق تألق موهنًا بالوادى — فاعتاد قلبى طائف الأنجاد
أسفًا على عهد الحمى وعهاده — تولى على الإبراق والإرعاد
رهم تناوح تارةً ديم لها — حتى غدا الأيام كالأعياد
هب النسيم على الربا فتضاحكت — بشرى العميد عرارها والجادى''

اپنے استاد محترم شیخ الہند رحمہ اللہ کے ۴۷ شعر کے مرثیہ میں لکھتے ہیں:

”قفانبک من ذکری مزار فندمعا — مصیفا ومشتی ثم مرأی ومسمعا
قد احتفه الألطاف عطفًا وعطفةً — وبورک فیه مربعًا ثم مربعا
وقد کان دهرًا ثم دهرًا طریقتی — طریقة غرثم أولی فأوقعا
یجاوبنی دار وجار علی البکی — ولم أر إلا باکیًا ثم موضعا
وإن کان مما لیس یشفی ویشتفی — بشیٔ ولکن خل عینیک تدمعا
نهضت لأرثی عالمًا ثم عالمًا — حدیثًا وفقهًا ثم ما شئت أجمعا
وهدیًا وسمتًا سنةً وجماعةً — وخلقًا وخلقًا ماأناف واو...ا
وعزمًا وحزمًا حکمةً وأصابةً — وزهدًا وتقویً کان أروع أروعا“

ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ نے اپنے شیخ رحمہ اللہ کے ہر وصف کو جذب کرلیا تھا‘ فن ادب میں بھی اپنے شیخ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور ساتھ ہی جیسا کہ میں نے پہلے ذکر کیا کہ عربی فطری زبان ہے اور جو فطرت سے جتنا قریب ہوگا‘ اس کو عربی سے اتنا زیادہ لگاؤ ہوگا‘ چنانچہ ہمارے شیخ رحمہ اللہ کو عربی سے فطری لگاؤ اور فطری ذوق تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ میرے لئے اردو سے زیادہ فارسی میں لکھنا آسان ہے اور فارسی سے زیادہ عربی میں۔ جب لکھنے بیٹھتے تو بلاتکلف وتردد ادباء کی طرح بہترین عبارت لکھتے‘ بولتے تو اہلِ لسان کی طرح نہایت عمدہ عربی بولتے‘ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بچپن ہی سے عربی کا شوق تھا اور یہ ذوق وشوق اپنے والد رحمہ اللہ سے ورثہ میں ملا تھا‘ وہ بھی عربی کے بہترین ادیب تھے‘ جس زمانہ میں علماءِ پشاور کے لئے چند لفظ بولنا مشکل ہوتا تھا، اس زمانہ میں انہوں نے عربی میں کتابیں لکھیں اور ایک مرتبہ کسی شخص نے انہیں عربی خط لکھا تو موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے عربی ہی میں اس کا جواب لکھا‘ اس بے چارے کا خط آیا کہ آپ کا خط پڑھنے کے لئے مجھے لفظ بلفظ اور قدم بقدم عربی لغت کا مطالعہ کرنا پڑا‘ خدا کے لئے آئندہ ایسا نہ کریں۔ ہمارے شیخ رحمہ اللہ شروع ہی سے عربی ادب کے دلدادہ تھے‘ جب آپ صحیح بخاری پڑھ رہے تھے تو آپ نے اپنی کاپی میں اس کے ادیبانہ الفاظ جمع کئے اور اس کی ابتداء میں تحریر فرمایا:

”جملٌ مقتبسةٌ، وتلویحاتٌ مقتطفةٌ من ”الجامع الصحیح“ للبخاری، رحمه الله أزبرها تذکرةً لتکون مذکرة.

فیفصم عنه وإن جبینه لیتفصد عرقًا‘ فغطنی حتی بلغ منی الجهد. یرجف فؤاده، بوادره، إنک لتصل الرحم، وتحمل الکل وتکسب المعدوم، وتقری الضیف، وتعین علی نوائب الحق. أنصرک نصرًا

مؤزرًا، لم ينشب يعالج من التنزيل شدةً، أجود بالخير من الريح المرسلة. فلو أني أعلم أني أخلص إليه لتجشمت لقاء ه'. كثر عندالضحب. فحاصوا حيصة حمر الوحش الخ''.

حضرت شیخ رحمہ اللہ کا حافظہ نہایت قوی تھا، جو پڑھتے ذہن میں نقش ہو جاتا' جس فن میں، جس موضوع سے متعلق، جس کتاب کی چاہیں عبارتیں کی عبارتیں، اشعار کے اشعار سن لیجئے۔ حافظ قرآن کریم کی طرح از بریاد، رسمی طور سے ادب کی مروجہ تمام کتابیں نہ پڑھیں تھیں' اپنے ذوق سے اخذ کرتے چلے گئے۔ ایک مرتبہ اپنے امام العصر رحمہ اللہ کو عربی میں خط لکھا تو انہوں نے استفسار فرمایا کہ عربی ادب کہاں پڑھا ہے؟ آپ نے فرمایا: کہیں نہیں۔ شیخ نے فرمایا: آپ کو حاجت نہیں۔ یہ استاذ الاساتذہ اور ادیب الادباء کا فیصلہ ہے اور جس حقیقت کی نشاندہی امام العصر رحمہ اللہ نے ابتداء ہی میں کر لی تھی اس کا موقعہ بموقعہ ساری دنیا نے اعتراف کیا' آپ کی فصاحت و بلاغت، ادبیت وعربیت کا لوہا دنیا مانتی تھی۔ آیئے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے ادبی مقام کی کچھ جھلکیاں ان کی مطبوعہ تالیفات میں سے چند اقتباسات کی شکل میں ملاحظہ کیجئے۔ یتیمة البیان کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

''الحمدلله الذى أنزل على عبده الكتاب ولم يجعل له عوجًا، ففتح به قلوبًا غلفًا، وعيونًاعمياً، وآذانا صمًا، فأقام به حججًا، والصلاة والسلام على النبي الأمي الهاشمي القرشي، أفصح من نطق بالضاد، وأوتي جوامع الكلم، ومصابيح الدجى، وعلى آله وصحبه وعلماء امته وهداة ملته، الذين كابد واللدين وغاصوا لأجله لججاً، فنشروا القرآن والسنة، وأنفذوا وسعهم في اثرة العلم ودين الحق، فوصلوا كتدًا وثبجا، فهدوا إلى الطيب من القول' وأصلحوا الفساد' ودفعوا الشرعن البسيط' وأقاموا عوجًا، عليهم رحمة الله وبركاته مادامت العيون تبتهج بباهر آيات الله، والقلوب تشتفي بمعجز كتاب الله وتطمئن به ثلجًا''.

قرآن کریم اور اس کے علوم پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''فهو تنزيل عزيز، وقرآن مجيد، يتجمجم دون نصاعته وبراعته وفصاحته وبلاغته مصاقع العالم، وخطباء العرب والعجم، حتى أخرس ناطقهم، وغيض شقاشقهم، فأضحوا لطلاوته وحلاوته حيارى، وسرت

فيهم حميا رحيقه، فتراهم سكارى وماهم بسكارى، وكان كما قال قائلهم:

وعينان قال الله كونا فكانتا　　　فعولان بالألباب مايفعل الخمر

......وهو كتاب أحكمت آياته من لدن حكم خبير، يتكفكف دون حكمه حكماء الشرق والغرب، ويتتعتع من استنباط أحكامه وفقهه ومسائله فقهاء العراق والحجاز والخراسان والقرطبة، ويتلجلج من إحصاء ماحواه من نظام تهذيب النفوس ونواميس تربية العالم فلاسفة العصر وعقلاء الزمان".

اپنی تالیف "فصل الختام فی مسألة الفاتحه خلف الامام" میں لکھتے ہیں:

"وبعد، فقد أصبحت مسألة الفاتحة خلف الإمام مسألة علميةً فقهيةً حديثيةً خالصةً، بيد أنها أصبحت معركةً للمحدثين والفقهاء من أقدم العصور إلى اليوم، ولم تكن الظروف داعيةً لبذل الجهد فى أمثال هذه الخلاقيات العلمية، فقد بلغ السيل الزبى، والمسائل الاسلامية الأساسية صارت ملعبةً للعقول الطائشة، وملهاةً للافكار الزائغة، وهدفًا فى حلقات الإلحاد، وأصبحت الملة الحنيفية المحمدية كثلة غنم لاراعى لها، يحمل عليها كل ملحد أثيم، ويفترسها كل ضال زنيم، وساهم ملاحدة الشرق والغرب، وتكاتفت قواهم فى غرز شبكات وشركات للناشئة الحديثة من أهل الإسلام الذين أصبحت صلتهم بالدين فى غاية الوهن الخ".

اور آیئے اب شیخ رحمہ اللہ کی کتاب معارف السنن سے "معارف السنن" کے بارے میں ایک اقتباس آپ کے سامنے پیش کریں:

"فهذه هى "معارف السنن" وما أدراک ماهى "معارف السنن"! شرح لأنفاس امام العصر المحدث الكبير الكشميرى فى درس "جامع الترمذى" وتوضيح لاماليه وجمع درره المبعثرة فى مذكراته وتآليفه، بتعبير قاسيت فيه العناء وترتيب طال لاجله الرقاد واستيفاء لكل موضوع من غرر التقول عثرت عليها بعد بحث طويل الخ

ثم بدأتى فيه قبل إحدى وثلاثين سنة وكنت شابًا نشيطًا لاأعرف مللاً

ولا كللاً، حريصاً فی تصفح الأوراق، لاأشعر بضجرو سآمة وتعب، حيث امتزج النصب بلذة الروح والفكر، فكان كل مسألة ينشرح بها الصدر كرجل يفوز بضالته المفقودة بعد يأس وقنوط، ولكن لم تجتمع عندی مايحتاج إليه أمثال هذه التأليفات القيمة من مراجع الكتب ومصادر البحث ومآخذالتحقيق فی نشأة أمری وبداء تی بالتأليف' مع أكبابی وعكوفی علی الدراسة وعدم التفرغ للتأليف، وخطب ذٰلک يطول، فكان مثلی كرجل يعرف السباحة وألقی فی البحر ولكنه مكتوف اليدين ومصفود الرجلين، فرمی به فی البحر مكبولاً مغلولاً، فكيف يسبح ويصل إلی الساحل ناجيا ناحجًا.....''

''فیض الباری'' کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''وبعد، فللّٰه سبحانه فی خلقه شئون وأطوار، حارت فيها الأفكار، وكلت فی بدائعه البصائر والأبصار، وربک يخلق مايشاء ويختار:

رتب تقصر الأمانی حسری　　　دونها ماوراء هن وراء

طورًا يشرق نوره فی ساعير، وطورًا يتهلل فی طور سينا، وتارةً ينبلج بفاران، تنقشع الظلمات المتراكمة، وتستنيربه أنحاء الأرض، إن للّٰه فی دهره نفحات، يصطفی مايشاء لما يشاء، اصطفٰی مكة فجعل فيها بيتًا مباركًا هُدًی للعالمين، وبعث فيها خاتم انبيائه عليه صلوات اللّٰه وتحياته، وجعل دارهجرته المدينة فتألقت أنوارها فی أنحاء العالم وزال كل أمر مريج، وتدفقت أنهارها إلٰی أقطار مجدبة، فلم تلبث إلا أن اهتزت وربت وأنبتت من كل زوج بهيج، فلم تبرح الأنوار تنتشر، والظلمات تتقلص وتنزوی، ولم تزل الأنهار تزخرو تموج حتی تفيهقت العراق والحجاز والشام والأندلس ببحار من علوم القرآن والسنة زاخرة، وأصبحت بلاد خراسان وما والاها تخفق فيها رايات الحديث والسنة مرفوعةً زاهرة، لم تبق ناحية من المعمورة الا وأصابتها رشحة من وابلها الصيب المدرار، ولم تبق بلدة عامرة إلا وتألقت لمعة فيها بطلوع تلک النجوم الثاقبة الأنوار الخ''.

جس زمانہ میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کتابوں کی طباعت کے سلسلہ میں مجلس علمی کی طرف سے قاہرہ

گئے ہوئے تھے، وہاں کے حالات کو دیکھتے ہوئے آپ نے مناسب سمجھا کہ وہاں کے اہلِ علم کے سامنے دارالعلوم دیوبند کی دینی، علمی و سیاسی کارنامے پیش کریں۔ اس سلسلہ میں آپ نے ہفت روزہ ''الاسلام'' میں '' النهضة الدينية الحاضرة بالهند و دار العلوم الديوبندية هي أساسها'' کے نام سے فصیح و بلیغ عربی میں ایک طویل مضمون لکھا جو جمادی الاولیٰ ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء میں دو قسطوں میں شائع ہوا۔ دوسرا مضمون جمادی الاخریٰ ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۳۸ء اور رجب میں لکھا جو ''النهضة السياسة الإسلامية بالهند و مكانة ديوبند فيها. دين و علم و سياسة حقائق تجب على الأمة معرفتها'' کے عنوان سے تین قسطوں میں شائع ہوا۔ پہلے مضمون کی ابتداء میں لکھتے ہیں:

''حاول المجلس العلمي بدابهيل ''سورة'' بالهند ان يطبع عدة كتب دينية علمية بالقاهرة التي فاضت منها ينابيع العلم والفضل، وأصبحت اليوم مركزًا للحضارة الشرقية، فامتطيت أنا ورفيقي المحترم الشيخ أحمد رضا (سكرتير المجلس العلمي) صهوة الرحلة إليها، فلما ألقينا بها العصا، ولاقينا رجالاً من أماثلها، ألفينا الجمهور، غير واقفين على المنهضة الحاضرة العلمية والدينية بالهند' وماللمعهد الديني الكبير بديوبند من تأثير عظيم في نفوس الأمة في العهد الحاضر دينًا وعلمًا وسياسة' وحداني غير واحد إلى أن أصدع بابناء هذا المعهد العظيم وماله من المآثر الواضحات والباقيات الصالحات الخ''.

مندرجہ بالا اقتباسات کے مطالعہ سے قارئین کو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ادبی مقام کا اندازہ ہوگیا ہوگا، حقیقت یہ ہے کہ آپ کی ہر تالیف و تصنیف عربی کا ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے' لیکن ''نفحة العنبر في حياة امام العصر الشيخ الأنور '' اپنے طرز کی منفرد کتاب ہے' جس کے بارے میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (جو آپ کے شیخ بھی ہیں) لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے اور اپنے فضل سے ''يرفع الله الذين آمنوا منكم والذين أوتوا العلم درجات'' کا مصداق صحیح بنائے' آپ نے نفحة العنبر لکھ کر حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی یاد تازہ کردی اور مشام جان کو معطر کردیا۔ میں نے اولاً اس کو بعض مواضع سے یونہی کیف ما اتفق دیکھنا شروع کردیا' خیال تھا کہ ایک آدھ صفحہ دیکھ کر پھر کوئی فرصت کا وقت مطالعہ کے لئے نکال لوں گا، لیکن کتاب کے موضوع اور اسلوبِ جمیل نے مجھ کو بالکلیہ اپنی طرف جذب کرلیا۔ پڑھتے وقت بلا مبالغہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا مرحوم کی تصویر سامنے کھڑی ہے اور خود گویا علامہ مرحوم اپنے خاص لب ولہجہ اور طرز ادا میں اپنے عقیدت کیشوں

سے خطاب کر رہے ہیں، مرحوم کی سوانح اگر ارادہ کیا جاتا تو اس سے کہیں زیادہ ضخیم تیار ہوسکتی تھی، لیکن حق یہ ہے کہ آپ نے ان کی بابرکات زندگی کے جن پہلوؤں کو نمایاں کیا ہے اور جن خصوصیات کی طرف نہایت بلیغ اور موجز انداز میں اشارے کردیئے ہیں، میرے نزدیک اس سے آگے کچھ لکھنا سواد فی البیاض سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا...... میرے خیال میں آپ کا یہ رسالہ بھی اسی مرحوم کے کمالات کا ایک عکس اور اس کے آثارِ صالحہ میں سے ایک اثر قوی ہے۔ ماشاء اللہ آپ کی علمی لیاقت، ادبی قابلیت اور دینی صلاحیتوں کا میں پہلے سے معتقد تھا، مگر اتنا نہیں جس قدر اس کتاب کے مطالعہ کے بعد ہوگیا ہوں‘‘۔

اہل عرب کے ایک بڑے عالم نے جب یہ کتاب پڑھی تو لکھا ’’قرأت کتابک فسجدت لبیانک‘‘ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو حضرت شیخ کے اس ادبی شاہکار کی بعض عبارتیں سنائیں:

’’أما بعد، فهذه نفثات صدر، وقطرات قلم، بل عبرات عين وحسرات ألم نهديها إلى علماء الأمة الحنيفية، ولاسيما إلى فضلاء الممالك الإسلامية، وأماثل البلاد العربية، لتصدع لهم بكلمات من كتاب حياة رجل عظيم، ضنت بأمثاله القرون، وجادت بمثاله بعد دهور متطاوله، كان برقًا تألق فى ساهرة الهند، فأضاءت منه أقطارها وانبعث شعاعه إلى أكناف الدنيا فاستنارت منه أنجادها وأغوارها. فاشربت إليه الأعناق وأقنعت الرؤس، وطمحت إليه الأعين، فانطوى على عجل، وغادرهم سامدين حيارى لادراک لهم ولاحراک الخ‘‘۔

اپنے شیخ امام العصر کشمیری رحمہ اللہ کے درس کی خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’كان للشيخ رحمه الله مبتكرات طبعية فى الدرس مايحارله العقول، وتأخذ بمجامع القلوب والعقول، ولابدع فإنه كان محققًا ومتقنًا فى العلوم والمعارف كافة، فكان رحمه الله إذا أخذ فى الإلقاء يواصل الكلام، فلا يتلعثم فيه ولا يتلجلج من غير أن يلحقه فتور اوإحجام، ولم يكن يفتقر إلى استدراک، فكان يحرر المسائل الدقيقة حدرًا، ويسرد المباحث الأنيقة سرداً، تراه بحراً يموج بعبابه، حتى تعجز مهرة الكتاب عن ضبط كلامه واستيعابه، ينتقل حدسه من مسألة إلى مسألة ومن علم إلى علم، وينشأ بينهما تناسبًا دقيق اللحام، ويفرغ فى بديع أسلوبه بحسن سبک وانسجام، وأمهات خصائصه التى وعاها قلبى ووصل إليها فكرى أصدق بها محصاةً منقحة الخ‘‘۔

امام العصر رحمہ اللہ کے مناقب شمار کرکے ان کے سانحہ ارتحال پر اپنے حزن و ملال اور غم و اندوہ کا اس طرح اظہار کرتے ہیں:

’’فیاحسرتی ویاأسفی رفعت عن أیدینا تلک الأمانة الإلٰهیة، وارتحل عنا هذا الإمام الجلیل الحائز لتلک المناقب الجلیلة التی تأخذ بمجامع القلوب، فطبق المفصل فی کل ماحاول وأراد، وأصاب المحز فی جمع مایحاول ویراد، یتراء ی الیوم هذه المآثر أعز من الأبلق العقوق، وأغرب من بیض الأنوق، فموت مثل هذا الإمام فی مثل هذا العصر المجدب الذی لایرتجی أن تخفق رایات العلم علی أمثاله داهیة کبری وأمر جلل، لم تستغن الأمة عن نظرائه فی العصور المخصبة الرائقة والأیام المخضبة المؤنقة، فکیف فی الأعصر المحلة التی لامطمع بها لدفعة من غادیة أوسارية، أورشحة من صیب مدرار، فیالأسف! خطب مفظع غشی الأمة المحمدیة، ورزء فادح جلیل ماله من زوال، وانفتاق فی قصرِ العلم المشامخ واسع مایُحال له ارتتاق، وانصداع ماله انشعاب، فلاجرم تصدعت به قلوب وانشقت به الأکباد، فأی ملمة مفظعة تکون أدهی منها؟ وأی رزیة مدقعة کارثة تکون اکبر منها؟ لقد عظمت تلک الرزیة الفاجعة وجلت‘‘.

اب تک جو نمونے آپ نے پڑھے وہ مطبوعہ کتب سے لئے گئے تھے، ذیل میں چند نمونے مکاتیب و غیر مطبوعہ تحریرات سے ملاحظہ ہوں۔

اپنے صدیقِ حمیم مولانا عبدالحق نافع رحمہ اللہ کو ایک خط میں ’’الروض الأنف‘‘ کا تعارف اس طرح سے کرایا:

’’هذا وقد وصل إلیَّ ’’الروض الأنف‘‘ فی السادس عشر من شهر رمضان أرسله السمی المحترم لما استعرناه، وقد أردت عند وصوله إلی أن أرسله إلیکم من فوره، ولکن لم ألاق من المعارف من یذهب نحوکم، فلذا وقع التسویف فی الترسیل، وحال بین عزمی عوائق التعجیل، وأردت هذا إیثارًا منی علمکم علی علمی، ولولا ذلک لما فعلت، فإنه علق مرغوب ولا یتطیب النفس بإخراج المطلوب، وکیف لاووردت ساحتها واشتمت من أزاهیرها فألقیت فی ’’الروض الأنف‘‘

من الرياض الزاهرة، والحدائق الباهرة، والأزهار الفائجة، وعلى شطباتها وأفانينها شحارير صادحة، وزعارير ساجعة من الأسرار المضنونة، والأنوار المكنونة، والمعارف المخزونة، والعوارف المصونة، والعلوم المختومة، والفنون المكتومة، وكان الإمام السهيلى أبوعذرتها، وأم بنيتها، وابن بجدتها وصاحب طرفتها، ولم يسبق أحد إليها بل ولم يحم حولها أحد ولا لديها، ففيها فوائد تساوى أدناها أن يضرب "اكباد الإبل إليها" فيتحير لمثلها فكرى أو فكر مثلى، ويبهت العقل او كعقلى ولا غرو فانه نسيج وحده، وفريدعلمه ومجده، فرب فتى ولا كمالك، ورب أسود ولا كغراب حالك الخ

موصوف نے کو شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کے سانحہ ارتحال پر لکھا:

وقد نعيتم إلى خطيب الإسلام ومفكر الأمة ومحقق العصر شيخنا العلامة العثمانى رحمه الله رحمة واسعة ووصل نعيه إلى اقطار الأرض براديو كما ذكرتم. ولاريب إن وفاته خطب جليل ورزية عظيمة أصيبت بها العلم وأهل الإسلام وخصوصاً الدولة الجديدة الإسلامية الشرقية، وقد تأثرتم جداً بهذا النباء المولم كما تأثرت وما كنت أظن اكتأبى وتألمى مثل ماتألمت وقد نعيش فى عصر تحتاج الأمة الإسلامية إلى مثل هذه الأفذاذ أفلا ذالعلم وعيون الأرض اكبر من احتياج الجدباء إلى المزنة الهطلاء أواحتياج نظام البسيطة إلى نورالذكاء ووصل إلى رتبة عزيزة من التوقير فى سائر الطبقات من العوام والخواص والعلماء وارباب الدولة وأعيان الحكومة فى وقت واحدما لايرجى مثله لعالم، وكان نافذالقول عند ارباب الحكومة مايرتجى من مثله خدمة للدين والعلم فيا أسفى على هذه المصيبة الكبرى إنا لله وإنا إليه راجعون:

تلك الرزية تستوهى قوى جلدى   فالطرف تسهره والعين تنزفه

......وإن رزيتنا هذه رزية مشتركة نعزى بعضنا بعضًا، وفى الله عزاء من كل مصيبة اللهم اغفرله، اللهم ارحمه وأكرم نزله وأنزل عليه شآبيب رحمتك الخاصة تسقى جدثة...... وكتابكم الأخير بالعربية كان رقيقًا

وشيق العبارة هز جوانحي، وأثار حزني الكامن بنعي خطيب الإسلام شيخنا العثماني ولو كنت أسرعت في الجواب لهزَّ كتابي عطفكم، أو كنت انتهزت الفرصة للحديث لابديت من أحزاني الكامنة مايزعزع الأطواد، ولله سبحانه في خلقه وملكه شئون وأطوار :

رتب تقصر الأماني حسرى ‏ دونها ما ورائهن وراء

مدح

حضرت شیخ رحمہ اللہ کے منظوم عربی کلام کے کچھ نمونے ذیل میں پیش کئے جارہے ہیں‘ آپ نے نبی کریم ﷺ کی شان میں چھہتر (۷۶) ابیات پر مشتمل ایک قصیدہ کہا تھا جو اسراء ومعراج سے متعلق ہفت روزہ ’’اسلام‘‘ مصر کی خصوصی اشاعت میں ۲۸ رجب ۱۳۵۷ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۱۹۳۸ء کوشائع ہوکر اہلِ فن سے داد و تحسین حاصل کرچکا ہے، جس کی ابتداء یہ ہے:

هام الفؤاد بحب الغيدوا أسفا ‏ فمقلتي مزنها بالوجد قدوكفا
فالنفس تصلى بنار الحب من وله ‏ والعقل في شرك الأهواء قد خطفا
قد كنت أحسب أن العزَّ مبتعد ‏ عن الغرام وما إن خلته شرفا
حتى غدا لي شغلاً شاغلاً أبدا ‏ وصرت بالصدّ والهجران بلتحفاً

چند اشعار کے بعد:

نعم بأشرف خير الخلق كلهم ‏ بهديه يرتجي للسقم منه شفا
هو الرسول الذي أولى الأنام هدى ‏ وشق من نوره مما حوى سدفا
محمد صفوة الباري ورحمته ‏ وأحمد خير خلق الله إذ وصفا
وسيد العرب العرباء من مضر ‏ وسيد السادة الأمجاد والشرفا

کچھ اشعار کے بعد:

الظبي والضب والأشجار قد شهدت ‏ كذلك الذئب في تصديقه اعترفا
بأنه مرسل من عند خالقنا ‏ بذاك ياصاح داعي الجن قدهتفا
مسبح ذالحصي في بطن راحته ‏ حاز الحصي من معاني وصفها الشرفا
والجذع حن إليه عند فرقته ‏ لأنه كان بالأنوار مكتنفا

تیرہ اشعار کے بعد فرماتے ہیں:

محمد جاء بالقرآن معجزة ‏ دامت لنا روضة مخضرة أنفا

أحكامه الغر أضحت للضلال هدى   آياته أنجم تهدى الورى طرفا
ألفاظه نسقت در منضدة   دقت لطائفها وهى الزلال صفا
كالنجم إذ لمعت والشمس إذ سطعت   والعين إذ نبعت والصوب إذ وطفا
فاقت حقائقها راقت دقائقها   تهديك نورًا مبينًا للقلوب شفا

اس کے علاوہ آپ کا ایک قصیدہ نعتیہ ۱۱۳ اشعار پر مشتمل ہے، جس میں آپ نے نبی کریم ﷺ کے بیشتر شمائل کو جمع کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

طاف الخيال من الحبيب فزارا   فاهتز قلب المستهام وطارا
سرت المسرة فى العروق جميعها   كدم الحياة سرى هناك ودارا
طيف بدا يجلو الهموم رواحه   روح الحياة وسره إذ سارا
قرّ العيون بشيمة من برقه   فله جمال يعجب الأبصارا
لله من طيف يسرُّ قدومه   قلب العميد دجى فزير وزارا
لاغرو طيف فى الزمان مبارك   طيف النبى الأبطحى ديارا
يامدنفًا فى حبه وجماله   متحيرًا لكماله إكبارا
ألقى عليك شمائلًا من حسنه   فى عقد دريعجب الأنظارا
هو أدعج كحل العيون وأبلج   أقنى أزج وأهدب أشفارا
هو لم يكن بمطهم ومكلثم   حسن المحيا فى الأسالة دارا
طلق الجبين إذا تبسم ضاحكًا   فاقت أسارير الجمال نضارا
فجبينه كالبدر يشرق دلجة   قد فاق بدرًا وجهه إذنارا
وتشعشت أنوار بجبينه   متهلل سيماؤه أنوارا
ماشمس جوزاء وماذا بدرها   بجمال وجه للرسول أنارا

اپنے صدیقِ حمیم مولانا عبدالحق نافع کو "الروض الأنف" کتاب بھیجی اور اس کی مدح میں یہ قصیدہ لکھا:

بهاء العلم فى روض نراه   ويرتاح الكئيب إذا رآه
فروض الأنف روض من علوم   لمن يأتى بفهم أوأتاه
صغير حجه مع كتب علم   فمن يقرأ ويفهمه دراه
ففيه كنز علم أوجبال   بحار أومعين من ارتواه
فروض الأنف زانته علوم   من النحو البديع وما حواه

یہ قصیدہ ۱۱۸ اشعار پر مشتمل ہے:

تہانی

مولانا عبدالحق نافع رحمہ اللہ کو عید الاضحیٰ کی مبارک دیتے ہوئے ۲۳ ابیات پر مشتمل ایک قصیدہ میں لکھتے ہیں:

تباشیر صبح أو صدبع مسرة — يجيئ بها المسكين عند التحية
سلام هناء واشتياق لزورة — فلا تطرحوها واقبلوها بنحلة
دعاء ثناء من سويداء قلبه — ألا لاتردوها بحسن السجية
وهذى عطيات من العبد معدمًا — بإخلاص قلب دون تجير صفحة
فبارك لكم عيد الأضاحى مهنئًا — فعيد أتانا بالسلام وسلوة

آپ کے ماموں مولانا سید فضل خالق، سید فضل صمدانی حج کر کے آئے تو آپ نے ۱۳۴۹ھ میں ۱۴۱ ابیات پر مشتمل قصیدہ میں اس طرح مبارکباد پیش کی:

أيا زائرى قبر الرسول محمد — سلام عليكم والهناء لمعبد
حججتم ففزتم بالمطاف وكعبة — وصلتم فطبتم باللقاء ومشهد
وردتم فظفتم حول بيت مبارك — سعيتم رميتم بالجمار بموعد

زندگی میں پہلا قصیدہ آپ نے ۱۳۴۷ھ میں اس وقت کہا جب آپ کے شیخ امام العصر رحمہ اللہ بیماری سے صحت یاب ہوکر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لائے، یہ قصیدہ چالیس اشعار پر مشتمل ہے:

مالى أرى الناس فيهم ماج سراء — وحاطهم بعقيب المحل سحاء
مالى أرى الورق فى الأشجار صادحة — فهن تشدو وللآذان إصغاء
مالى أرى الأرض بالأزهار مزهرة — وكل روض بها فى الوشى صنعاء

ترحیب

کلمات ترحیبیہ کے طور پر آپ نے مختلف قصائد کہے ہیں۔ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ میں مولانا ادریس کاندھلوی کی آمد پر چوبیس شعر کا ایک قصیدہ ترحابیہ کہا، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری و مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی ڈابھیل آمد پر ستر شعر پر مشتمل قصیدہ کہا، اسی طرح ۱۳۵۵ھ میں شیخ الازہر اور ان کے رفقاء کی آمد پر سینتالیس اشعار پر مشتمل قصیدہ کہا، جس کی ابتداء یوں ہے:

أتانا ربيع بعد مهل فأنعما — بروض محول ظل منه مسهّما
تبسم ورد والعرار وعبهر — وحاور طيرفيه طيرًا ترنما

وطاب نسيم الصبح حتى إخاله — يهب بأنفاس الكرام منعما
نعم قد أتانا من ديار بعيدة — نوابغ مهد العلم والفضل أكرما
شأبيب مصر قدهمت بديارنا — فوشّت محيا الهند وشبا منمنما

مراثی

مرثیہ کے طور پر آپ نے بہت سے قصائد کہے ہیں، جن میں سے چند اجزاء نمونہ کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں۔ امام العصر مولانا کشمیری رحمہ اللہ کے مرثیہ میں آپ نے دو قصیدے کہے ہیں، جن میں سے پہلا یہ ہے:

العين ذارفة والقلب حيران — والطير تشدو فتبدو منه أشجان
الشمس كاسفة والأرض مظلمة — والمزن تبكي فسالت منه بلدان
وفي السماء ضجيج بالعويل بدا — حتى بكت منه أطلال وعمران
وللبحار حنين بالخرير بدا — وللثلوج لذا ذوب وسيلان
وللهواء أنين بالصرير جرى — وفي الجبال حراقات ونيران
اوللسحاب أزيز حين رعدته — وللقد ورلذا غلي وفوران
خطب ألم على الإسلام مكتنفا — تزلزلت منه أطواد وأركان
خطب وقد صدع الاكباد من شجن — فما عزاء ولاصبر وسلوان
بلية فجعت رزية وقعت — من حملها عييت شيب وشبان

یہ مرثیہ چونتیس ابیات پر مشتمل ہے، دوسرا مرثیہ ستر ابیات پر مشتمل ہے، جس کی ابتداء یوں ہے:

ألاقد أسبلت سدل التواری — بشمس والنجوم مع النهار
ألاقد أدميت أكباد إنس — وجن فالملائک بالجهار
ألا قد زلزلت أطواد علم — وتقوى ثم زهد والوقار
ألا قد أجدبت روضات علم — وغاضت أبحر الديم الغزار
وقد يتمت أولو علم وفضل — ومات ملاذهم رأس الخيار
بكت أرض سماء ثم إنس — وجن فالسحائب بالقطار

شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ کا مرثیہ مجلۃ ''الاسلام'' مصر میں ربیع الاول ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۵۰ء میں شائع ہو چکا ہے، جو ۴۷ ابیات پر مشتمل ہے، اسی طرح حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا مرثیہ ۳۶ ابیات پر مشتمل ہے۔ ان حضرات کے علاوہ اور بھی کئی مرثیے ہیں، جنہیں ان شاء اللہ مستقل شائع کیا جائے گا۔

اور آئیے اس مقالہ کو حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ان ابیات پر ختم کرتے ہیں جو آپ نے اپنے محبوب شیخ امام

العصر رحمہ اللہ کے مرثیہ میں لکھے تھے:

یارب أنزل علیہ صوب غادیة	متی تغرد فی الأشجار کعتان
وعل مضجعه من مزن مرحمة	متی تمیس علی القامات أغصان
واجعله یرتع فی الجنات عالیة	حتی تیسر إرضاء ورضوان
وألهم أنزل فوق قبره	عهادًا بالغوادی والسواری
وألهم أکرم روح شیخی	برحم واسع فی الأرض سار
ونعمه بفضل وارض عنه	ففیض منک فی الأقطار جار
وجامله وعامله بفضل	وأسکنه لدیک فی جوار
ونوّر قبره من نور قدس	وتجعل داره من خیر دار

هذا، وصلی الله تعالیٰ علی خیر البریة محمد وآله وصحبه أجمعین، برحمتک وفضلک یاأرحم الراحمین

''۱۳۴۷ھ کا واقعہ ہے کہ حضرت شیخ امام العصر مولانا محمد انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کشمیر سے واپسی پر لاہور میں اسٹریلین بلڈنگ میں بطور مہمان قیام پذیر تھے۔ میزبان نے ڈاکٹر اقبال مرحوم کو بھی دعوت دی تھی۔ مجھے خوب یاد ہے کہ حضرتؒ نے ڈاکٹر اقبال صاحب کے سامنے بیان فرمانا شروع کیا۔ ڈاکٹر صاحب انتہائی حیرت وتعجب سے ہمہ تن گوش تھے اور خوب خوب مستفید ہورہے تھے۔ مجھے ارشاد فرمایا کہ ''ڈاکٹر صاحب کو میرے قصیدے کے وہ اشعار جو اس مضمون سے متعلق ہیں سناؤ۔'' اتفاق سے مجھے وہ تمام قصیدہ اس وقت محفوظ تھا۔ میں نے سنانا شروع کردیا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم بہت ہی تعجب سے میری طرف دیکھنے لگے۔''

(بصائر وعبر، جمادی الثانیہ ۱۳۸۹ھ)